حیاتِ امام احمد رضا کے اہم گوشے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امام احمد رضا، مختصر تعارف:

۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴ر جون ۱۸۵۶ء، بروزِ شنبہ، بوقتِ ظہر، ہندوستان کے مشہور و معروف شہر "بریلی" میں **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان** حنفی قادری کی ولادت ہوئی، آپ کا پیدائشی نام "**محمد**" اور تاریخی نام "**المختار**[۱۲۷۲ھ]" ہے۔ آپ کے **جد امجد مولانا رضا علی خان** بریلوی قدس سرہٗ (متوفیٰ:۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) نے آپ کو "**احمد رضا**" کے نام سے پکارا جو خاص و عام کی زبان پر جاری ہو گیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم میزان و منشعب تک مرزا غلام قادر بیگ، بریلوی (متوفیٰ:۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء) سے حاصل کی اور اکثر علوم دینیہ، عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان (متوفیٰ:۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) سے کی ــــ مولانا عبد العلی رام پوری (متوفیٰ:۱۳۰۳ھ) سے شرح چغمینی کے بعض اسباق پڑھے ــــ مرشد گرامی سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی (متوفیٰ:۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) سے تصوف و طریقت کی تعلیم حاصل کی ــــ سید شاہ ابو الحسین نوری مارہروی (متوفیٰ: ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) سے تعلیم طریقت کی تکمیل کی اور کسی قدر علم جفر و تکسیر بھی سیکھا اور جب ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں زیارت حرمین شریفین کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو مفتی شافعیہ شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی (متوفیٰ:۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)، مفتی حنفیہ شیخ عبد الرحمٰن سراج مکی (متوفیٰ: ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) اور امام کعبہ شیخ حسین بن صالح مکی (متوفیٰ: ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۴ء) سے حدیث و فقہ و تفسیر وغیرہ کی سند حاصل فرمائی۔

آپ کی خداداد ذہانت و ذکاوت اور اعلیٰ فہم و بصیرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بسم اللہ خوانی ہی کے دن الف ، ب ، ت ، ث پڑھتے ہوئے **لا** کے مرکب ہونے پر حیرت انگیز اشکال کا اظہار کیا ــــ چار سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ ختم کر لیا ــــ چھ سال کی عمر میں میلادِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے موضوع پر مجمع عام میں بصیرت افروز خطاب فرمایا ــــ آٹھ سال کے ہوئے تو فن نحو کی مشہور کتاب "ہدایۃ النحو" کی عربی زبان میں شرح لکھی ــــ دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی اہم کتاب "مسلم الثبوت" پر حاشیہ لکھا ــــ تیرہ سال، دس ماہ، چار دن کی عمر میں مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے اور اسی دن رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھا جو بالکل درست تھا، اسے دیکھ کر **والد ماجد رئیس المتکلّمین مولانا نقی علی خان** قدس سرہ اس قدر خوش ہوئے کہ اسی دن فتویٰ نویسی کی اجازت مرحمت فرما دی اور مسندِ افتا پر بٹھا دیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے ایک دن پوچھا گیا کہ "اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا، حرمتِ رضاعت لائے گا۔ــــ یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اِس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصبِ اِفتا عطا ہوا، اور اسی تاریخ سے بِحَمْدِ اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ، روزِ شنبہ، وقتِ ظہر مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء، ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصبِ اِفتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس، دس مہینہ، چار دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمتِ دین لی جا رہی ہے وَالْحَمْدُ للہ"۔ (۱)

آپ کے عہد طفلی کا یہ واقعہ بھی بڑا خوش گوار تھا کہ ایک روز آپ بچوں کے ساتھ مکتب میں پڑھ رہے تھے، ایک آنے والے بچے نے استاذ کو سلام کیا، انھوں نے وعلیکم السلام کہنے کی بجائے جواب میں کہا: جیتے رہو۔

آپ نے فوراً استاذ صاحب سے عرض کیا: یہ سلام کا جواب تو نہ ہوا۔ وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب اس سے بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ (۲)

---

(۱) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۶۳، مکتبۃ المدینۃ۔
(۲) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۱۰۷، ملخصا، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

اس قسم کے واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی شعائر وآداب کی حفاظت و پاسبانی کی جو روایتیں آپ کی دینی، علمی، اصلاحی اور تعمیری تاریخ سے وابستہ ہیں، ان کی ابتدا بچپن ہی سے ہو چکی تھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا سینہ علوم و معارف کا خزینہ اور دماغ فکر و شعور کا گنجینہ تھا، اپنے بیگانے سب ہی معترف ہیں کہ شخصی جامعیت، اعلیٰ اخلاق و کردار، قدیم و جدید علوم و فنون میں مہارت، تصانیف کی کثرت، فقہی بصیرت، احیاے سنت کی تڑپ، قوانین شریعت کی محافظت، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، اخلاص و للّٰہیت اور روحانیت و عشق رسول میں ان کے معاصرین میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔

آپ کی صداقت و راست گفتاری، نیک نفسی و پاک بازی، شرافت نفس اور اعلیٰ ظرفی کے افراد خانہ اور اہل تعلق سب ہی معترف و مداح تھے، بڑوں کا ادب و احترام، اساتذہ، علما و مشائخ کا اعزاز و اکرام، ان کے ساتھ محبت و حسن عقیدت اور اس طرح کی بہت سی خوبیوں کے آپ مالک تھے۔

اس لیے آپ کی حیات مبارکہ کے تعلق سے کچھ لکھنے سے پہلے سو بار سوچنا پڑتا ہے کہ آپ کے کس وصف جمیل کا ذکر کیا جائے اور کسے ترک کیا جائے، آپ کی ذات گرامی کا حال تو یہ ہے کہ ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

یقیناً آپ کے تمام اوصافِ جمیلہ و کمالاتِ جلیلہ پر مستقل لکھنے کی ضرورت ہے، اور الحمدللہ بہت سے گوشوں پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے اور بعض گوشوں پر ابھی لکھا جا رہا ہے۔ ہم اس مضمون میں اختصار کے ساتھ چند گوشوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور اربابِ ذوق سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ مزید معلومات اور تسکین قلب کے لیے مآخذ و مراجع کی طرف رجوع کریں۔

(1) امام احمد رضا اور اتباع شریعت:

صرف اربابِ نظر ہی کے وہ رہبر تو نہیں مرجع اہل طریقت بھی ہیں اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہی یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے پوری زندگی شریعت پر سختی سے عمل کیا، ہر فرض و واجب کی محافظت اور اتباع سنت و شریعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیا جس کے نتیجے میں آپ کا قلب مبارک ایسا پاکیزہ اور مزکّیٰ و مصفّیٰ ہو چکا تھا کہ نور معرفت کی تابندگی اوائل زندگی ہی میں نظر آنے لگی تھی۔

بائیس سال کی عمر میں جب آپ تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر بدایونی (متوفیٰ: ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) اور اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان بریلوی کے ہمراہ ۱۲۹۴ھ/ ۷۷-۱۸۷ء میں مارہرہ مطہرہ پہنچے تو خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی نے بیعت کے ساتھ ہی آپ کو اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا جب کہ دوسرے مریدین و معتقدین کو کافی ریاضت و مجاہدہ اور تطہیر و تزکیہ کے بعد اگر قسمت یاوری کرتی تو یہ سعادت میسر آتی تھی۔

خلافِ معمول یہ دل کش منظر دیکھ کر سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی نے عرض کیا: حضور! آپ نے انھیں بلا ریاضت و مجاہدہ خلافت عطا فرما دی، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قادری مارہروی نے ارشاد فرمایا:

”اور لوگ میلا کچیلا، زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں جس کے تزکیہ کے لیے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مصفّیٰ و مزکّیٰ قلب لے کر آئے ہیں، انھیں ریاضت و مجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہو گیا۔

مزید فرمایا: مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز محشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا؟ مگر اللہ کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہو گئی، اس وقت میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا“۔ (۱)

حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے بچپن کا ایک واقعہ اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کی روزہ کشائی بڑی دھوم دھام سے ہوئی، سارے خاندان اور حلقۂ احباب کو مدعو کیا گیا، کھانے دانے پکے، افطاریاں بنیں، اس میں فیرنی بھی تھی جس کے پیالے ایک کمرے میں جمانے کے لیے رکھے تھے، رمضان المبارک گرمی میں تھا اور اعلیٰ حضرت خُرد سال تھے، مگر آپ نے بڑی خوشی سے پہلا روزہ رکھا تھا، ٹھیک دوپہر میں چہرۂ مبارک پر ہوائیاں اڑنے لگیں، آپ کے والد ماجد نے دیکھا تو اس کمرے میں لے گئے اور اندر سے کواڑ بند

(۱) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص: ۳۵، دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی، بحوالہ ترجمان اہل سنت، پیلی بھیت۔

کر کے اعلیٰ حضرت کو فیرنی کا ایک ٹھنڈا پیالہ اٹھا کر دیا اور فرمایا کہ کھالو۔ آپ نے عرض کیا: میرا تو روزہ ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ بچوں کے روزے یوں ہی ہوا کرتے ہیں، کمرہ بند ہے نہ کوئی آسکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے، تو اعلیٰ حضرت نے عرض کیا: جس کا روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے، اس پر باپ آب دیدہ ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا کے عہد کو یہ بچہ کبھی فراموش نہ کرے گا، جس کو بھوک پیاس کی شدت میں، کمزوری اور کم سنی میں، ہر فرض کی فرضیت سے پہلے وفاے عہد کی فرضیت کا اتنا لحاظ و پاس ہے"۔ (۱)

❷ امام احمد رضا اور علوم وفنون :

لیس علی الله بمستنکر — أن یجمع العالم في واحد

خدا کے لیے کچھ اچنبھا نہ جان — کہ کردے جمع اک میں سارا جہان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پچپن (۵۵) علوم وفنون کے ماہر تھے جیسا کہ "الإجازات المتینة لعلماء بکة و المدینة [۱۳۲۴ھ]" میں خود انھوں نے ذکر کیا ہے اور محتاط سوانح نگاروں نے بھی اسی کو لکھا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے علمی فضل وکمال اور مختلف علوم وفنون میں ان کی مہارتِ تامہ کا اعتراف ان کے مخالفین ومعاندین بھی اپنی مجلسوں میں کرتے رہتے تھے۔ چناں چہ علامہ محمد صابر القادری نسیمؔ بستوی لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت قبلہ کا جب وصال ہوا تو بیرونی اضلاع کو فوراً تار دیے گئے . . . جب وہ تار مرادآباد میں استاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ کو پہنچا، فوراً شہر میں اعلان کرنے کے لیے انھوں نے طلبہ کے چند گروہ روانہ کردیے جو پہلے بیک آواز نعرۂ تکبیر سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے، پھر بلند آواز سے ایک شخص اعلان کرتا تھا کہ "آج نمازِ جمعہ کے وقت اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہو گیا اور کل ان کی تجہیز وتکفین ہوگی، جو صاحب نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا چاہیں وہ نو بجے صبح تک بریلی پہنچ جائیں"۔

یہ اعلان جب شاہی مسجد کے قریب پہنچا تو مدرسہ کے صدر مدرس نے ایک طالب علم کو حکم دیا کہ بازار میں دیکھو، کیا اعلان ہو رہا ہے۔ وہ طالب علم گیا اور لوٹا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ "خان صاحب بریلوی فوت ہو گئے"۔ اس پر صدر مدرس بہت برہم ہوئے اور کہا کہ یہ خوش ہونے کی بات ہے یا رونے کی بات ہے۔ مذہبی اختلاف اپنی جگہ رہا، مگر ہمیں غیر مسلم اقوام کے مقابلے میں ان کی ذات کے ساتھ ایک فخر قائم تھا کہ دنیا کے سارے علوم اگر ایک ذات میں جمع ہوسکتے ہیں تو وہ مسلمان ہی ہوسکتا ہے اور اس وقت ہم مسلمانوں میں ایک ایسا شخص موجود بھی ہے کہ دنیا بھر کے مروجہ علوم میں مہارتِ تامہ رکھتا ہے اور وہ مولانا احمد رضا خاں کی ذات تھی جن کی ذات تک ہمیں یہ فخر حاصل تھا۔ افسوس، صد افسوس! آج یہ فخر ان کی ذات کے ساتھ رخصت ہو گیا، اب مسلمانوں میں کوئی شخص ایسا موجود نہیں ہے جس کا نام اس فخر کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہو۔ یہ تھی وہابیہ کے اکثر اکابر کی راے اعلیٰ حضرت قبلہ کے علوم کے متعلق" والفضل ما شهدت به الأعداء" حقیقی بڑائی وہ ہے جس کی گواہی دشمن دیں"۔ (۲)

❸ امام احمد رضا اور فقہ وافتا:

فقیہ اعظم ہندوستاں احمد رضا تم ہو — مقام فقہ میں عرش آستاں احمد رضا تم ہو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنے دَور کے بے مثال فقیہ اور بلند پایہ مفتی تھے، علم فقہ میں آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد ہے، ان میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف " فتاویٰ رضویہ " ہے۔ یہ فقہ حنفی کا ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے جو رضا اکیڈمی، ممبئی سے بارہ جلدوں میں شائع ہو رہا ہے۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ (متوفیٰ: ۱۳۶۷ھ) آپ کی فقہی بصیرت اور علمی ودینی خدمات کے بارے میں فرماتے ہیں:

" علم فقہ میں جو تبحر وکمال حضرت ممدوح (امام احمد رضا) کو حاصل تھا اس کو عرب وعجم، مشارق ومغارب کے علمانے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا، تفصیل تو ان کے فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے، مگر اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں سمجھیے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم

(۱) سیرت اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا حسنین رضا خان بریلوی، ص: ۸۷، مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد۔

(۲) احوال وآثار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام بریلوی، مولفہ علامہ محمد صابر القادری نسیمؔ بستوی، ص: ۱۰۲، ۱۰۳، رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور، پاکستان۔

کے حوادث وو قائع استفادہ کے لیے رجوع کیے جاتے تھے، ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے دے رہا تھا، وہی بدمذہبوں کے جواب میں لکھتا تھا، اہل باطل کی تصانیف کا بالغ رد بھی کرتا تھا اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا، اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا"۔ (۱)

مکہ مکرمہ کے عالم جلیل شیخ سید محمد اسماعیل بن سید خلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہمانے جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک فتویٰ دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے: واللہ أقول والحق أقول إنه لو رأها أبو حنيفة النعمان لأقرت عينه وجعل مؤلفها من جملة الأصحاب. (۲)

خدا کی قسم! میں بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ فتویٰ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو بلا شبہہ اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ فتویٰ لکھنے والے کو اپنے اصحاب (امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے زمرے میں شامل فرما لیتے۔

آپ کی خدمت میں آنے والے استفتا کی کثرت بہت حیرت انگیز تھی اور ان سب کے جواب لکھنا اور لکھوانا اس سے بھی زیادہ محیر العقول تھا، استفتا کی کثرت کے بارے میں ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں:

" فقیر کے یہاں علاوہ ردّ وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ ودیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کارِ فتویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے، شہر و دیگر بلاد و امصار، جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و مالیبار و برہما و ارکان و چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتی کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں"۔ (۳)

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رقم طراز ہیں:

" امام احمد رضا کے مطالعہ و تحقیق کا معیار بھی بہت بلند تھا، انھوں نے لکھی لکھائی اور سنی سنائی پر تکیہ نہ فرمایا، بلکہ اصل متون کا خود مطالعہ فرمایا اور جب تک خود مطمئن نہ ہوتے حوالہ نہ دیتے، ان کے پایۂ تحقیق کا اندازہ " حجب العوار عن مخدوم بہار " کے مطالعہ سے ہوتا ہے جس میں انھوں نے متن کتاب کی تحقیق سے متعلق وہ وہ نکات واصول بیان فرمائے ہیں جو دَور جدید کے محققین کے وہم وخیال میں بھی نہیں اور دنیا کا کوئی محقق متن کے لیے یہ اہتمام نہیں کرتا جو امام احمد رضا فرماتے تھے۔ امام احمد رضا نے اپنی تمام نگارشات میں اصول تحقیق کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ وہ ایک محتاط محقق، عاقبت اندیش مدبر اور بلند پایہ مفکر تھے"۔ (۴)

● اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے علمی فضل و کمال اور مختلف زبان وادب پر قدرت کاملہ کا عالم یہ ہے کہ اردو، عربی، فارسی، منظوم، منثور جس زبان اور جس انداز میں استفتا ہوا، اسی زبان اور اسی انداز میں اس کا جواب مرحمت فرمایا، جسے دیکھ کر ارباب علم ودانش بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ نواب سلطان احمد خان صاحب بریلوی نے منظوم استفتا کیا تو آپ نے جواب بھی منظوم ہی عطا فرمایا۔ وہ استفتا اور جواب دونوں فتاویٰ رضویہ میں اس طرح درج ہیں:

مسئلہ: مسئولہ نواب سلطان احمد خاں صاحب، بریلی **(سوال منظوم)**

عالمانِ شرع سے ہے اس طرح میرا سوال	دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
گر کسی نے ترجمہ، سجدہ کی آیت کا پڑھا	تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے	پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے پہلے وہ مرے
پس سبکدوشی کی اس کے شکل کیا ہو گی جناب!	چاہئے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب (منظوم)

ترجمہ بھی اصل ساں ہے وجہ سجدہ بالیقین	فرق یہ ہے فہم معنیٰ اِس میں شرط اُس میں نہیں
آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا	اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا

(۱) ماہ نامہ المیزان، بمبئی کا امام احمد رضا نمبر، ص:۱۸۸، اشاعت:۲۶/ مارچ ۱۹۷۶ء۔
(۲) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ص:۱۰۶، شائع کردہ: ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، محلہ سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف۔
(۳) فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۱۴۸، ۱۴۹، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۴) امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں، تقدیم از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص:۱۷، ۱۸، المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے ۔۔۔ نظم ومعنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے
تاکہ مِنْ وَجْہٍ تو صادق ہو سنا قرآن کو ۔۔۔ ورنہ اک موج ہوا تھی چھوگئی جو کان کو
ہے یہی مذہب بِہٖ یُفْتٰی، عَلَیْہِ الْاِعْتِمَاد ۔۔۔ شامی از فیض و نہر وَاللهُ أَعْلَمُ بِالرَّشَاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی ۔۔۔ صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی
کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت ۔۔۔ فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں ۔۔۔ جز ادا یا توبہ وقتِ عجز کچھ چارہ نہیں
یہ نہیں معنٰی کہ ناجائز ہے یا بے کار ہے ۔۔۔ آخر اک نیکی ہے ، نیکی ماحی اوزار ہے
قُلتُہ اَخذًا مِّنَ التَّعْلِیْلِ فِیْ اَمْرِ الصَّلاۃ ۔۔۔ وَھُوَ بَحْثٌ ظَاهِرٌ وَالْعِلْمُ حقاً لِلْاِلٰہ (۱)

نظم کی تنگ دامانی کے باوجود جواب میں اصول افتا کی پوری رعایت موجود ہے۔ ❶ کتب فقہ کی عبارتوں کا مفہوم بھی مذکور ہے۔ ❷ ان کے نام بھی مرسوم ہیں۔ ❸ اختلاف کا اشارہ اور ترجیح وتصحیح کی تصریح بھی مرقوم ہے۔ ❹ اور جو حکم اپنی طرف سے ازراہِ تفقّہ بیان کیا اُس کی دلیل بھی مسطور ہے۔ ❺ ان سب کے ساتھ اہل افتا کی روایتی عبارت " والله أعلم " بھی دونوں سوالوں کے جواب میں ایک خاص جدّت وجوَدت کے ساتھ منظوم ہے۔ ❻ جواب میں بھی اُسی وزن وبحر کی پابندی ہے جو سوال میں ہے۔ فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلات (بحر رمل، مُثمّن، مقصور) فللّٰه دَرُّہ ، ما أمْهَرَهٗ في الشعر والفقه۔ تفصیل کے لیے دیکھیے استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ کا مضمون " **امام احمد رضا بریلوی کے افتا کی ایک خصوصیت** " مطبوعہ ماہ نامہ پاسبان، الہ آباد، شمارہ جولائی ۱۹۷۹ء۔

❼ امام احمد رضا اور تحقیق انیق:

علم کا دریا ہوا ہے موجزن تحریر میں ۔۔۔ جب قلم تو نے اٹھایا اے امام احمد رضا
خلق کو وہ فیض بخشا علم سے بس کیا کہوں ۔۔۔ علم کا دریا بہایا اے امام احمد رضا

● کن چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے اور کن سے ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ تقریباً فقہ کی تمام کتابوں میں موجود ہے، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے پہلے فقہاے کرام نے اس سلسلے میں جو تحقیقات پیش کی ہیں، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے ان کی کل تعداد چوہتر (۷۴) ہے اور جن سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، ان کی کل تعداد اٹھاون (۵۸) ہے۔

جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کی تو ایک سو اکاسی (۱۸۱) چیزیں وہ بیان فرمائیں جن سے تیمم کرنا جائز ہے، گویا انھوں نے اپنی خداداد فقہی بصیرت کی روشنی میں فقہاے کرام کی بیان کردہ چوہتر (۷۴) اشیا پر ایک سو سات (۱۰۷) اشیا کا اضافہ فرمایا —— اسی طرح ایک سو تیس (۱۳۰) چیزیں وہ بیان فرمائیں جن سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، گویا پیش رَو فقہاے کرام کی ذکر کردہ اٹھاون (۵۸) اشیا پر مزید بہتر (۷۲) اشیا کا اضافہ فرمایا۔ چنان چہ آپ اس مسئلہ پر مفصل تحقیقی بحث فرمانے کے بعد یوں رقم طراز ہیں:

"یہ تین سو گیارہ (۳۱۱) چیزوں کا بیان ہے۔ ایک سو اکیاسی (۱۸۱) سے تیمم جائز، جن میں چوہتر (۷۴) منصوص اور ایک سو سات (۱۰۷) زیاداتِ فقیر اور ایک سو تیس (۱۳۰) سے ناجائز، جن میں اٹھاون (۵۸) منصوص اور بہتر (۷۲) زیاداتِ فقیر۔

(پھر آگے تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:) ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا، بلکہ زیادات درکنار، اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا۔ وللّٰه الحمد أولا وأخرا، وبه التوفيق باطنا وظاهرا، وصلى الله تعالىٰ وسلم على حبيبه وآله وصحبه متوافرا متكاثرا، اٰمين. (۲)

● حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں بذاتِ خود اذان دی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماے کرام کے دو قول ہیں:

(۱) فتاویٰ رضویہ، باب سجود التلاوۃ، ج:۳، ص:۶۵۴، ۶۵۵، رضا اکیڈمی، ممبئی
(۲) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج:۱، ص:۷۰۱، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

(۱) آپ نے ایک مرتبہ بذاتِ خود اذان دی ہے جیسا کہ امام ترمذی کی روایت سے ثابت ہے۔(۲) آپ نے بذات خود کبھی اذان نہیں دی ہے، اور امام ترمذی کی روایت میں جو حضور اقدس ﷺ کی طرف اذان کی اسناد ہے، وہ اسناد مجازی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:"عام طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے خود اذان دی ہے یا نہیں؟ امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے دوران سفر خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی۔ امام نووی نے اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا، لیکن اسی طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے اذان کہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور ان کے قول " أَذَّنَ " کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی بذاتِ خود اذان نہیں دی ہے اور امام ترمذی کی روایت میں جو حضور اقدس ﷺ کی طرف اذان کی اسناد ہے، وہ اسناد مجازی ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بنفس نفیس اذان دی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن حجر مکّی کی کتاب " تحفہ " میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی اور کلماتِ شہادت یوں کہے أَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابنِ حجر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں؛ اس لیے کہ اگر آپ نے بذاتِ خود اذان نہ دی ہوتی تو روایت میں أَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ کی بجائے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ کے الفاظ وارد ہوتے۔ اور اس سے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو تقویت بھی ملتی ہے۔ [۱]

● جنب نے بدن کا کچھ حصہ دھویا، کچھ باقی رہا کہ پانی ختم ہو گیا، پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے، اب جو پانی ملے اسے وضو اور رفع حدث میں صرف کرے یا بقیہ جنابت کے دھونے میں۔ یہ مسئلہ لُمعہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس مسئلہ کی وہ تحقیق و تفصیل مع حوالہ جات بیان فرمائی کہ فقہ کی کسی کتاب میں اس کا چوتھائی حصہ بھی نہیں ملے گا۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ.

فقہ کی ہر کتاب میں لمعہ کی صورتیں مع احکام مندرج ہیں، سب سے زیادہ صورتیں شرح وقایہ کے اندر بیان ہوئی ہیں، جن کا شمار پندرہ ہے، لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے علی حدہ علی حدہ گن کر لمعہ کی اٹھانویں صورتیں بیان فرمائیں اور ہر صورت کا مدلل شرعی حکم واضح کیا، چوں کہ بعض صورتوں کا حکم ایک ہی جیسا ہے، لہٰذا اٹھانویں صورتوں کے احکام کی تعداد تیس بیان فرمائی۔ اور اس کے بارے میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے " مجلی الشمعة لجامع حدث ولمعة [۱۳۳۶ھ]"۔ اس رسالہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

" مسئلہ لُمعہ میں سب صورتیں اٹھانوے ہوئیں، کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے، اگر ظاہر متبادر اقتصار بدوقسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم رہیں گی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں اٹھانوے میں سے صرف پندرہ، ورنہ احاطہ بہر حال نہیں ہو سکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صور در کنار"۔ [۲]

پھر اس مسئلہ میں فقہا کے جو اختلافات و اضطرابات ہیں، ان سے متعلق عبارتیں نقل کر کے انھیں رفع کیا، پھر فقہاے متقدمین سے آسان اور جامع ضابطۂ کلیہ بیان کر دیا، علاوہ ازیں جب نجاست حکمیہ اور حقیقیہ کا اجتماع ہو جائے اور پانی صرف ایک کے لیے بقدر کفایت موجود ہو۔ نیز جب حدث اکبر اور حدث اصغر دونوں کا اجتماع ہو جائے اور پانی اتنا ہو کہ صرف ایک حدث کے لیے کافی ہو سکے، ان دونوں صورتوں سے متعلق عباراتِ علما نقل کر کے ان پر کلام کیا اور واضح فرمایا کہ اس مسئلہ میں ترجیح، محرر مذہب، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو ہے۔ چنان چہ وہ فرماتے ہیں:

"بالجملہ حاصل تحقیق یہ ہوا کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ مانعہ ہے اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا کہ چاہے نجاست دھولے، چاہے وضو کر لے، دونوں نہیں ہو سکتے تو واجب ہے کہ اُس سے نجاست ہی دھوئے، اگر خلاف کرے گا گنہ گار ہوگا، حدث کے لیے تیمم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اَولیٰ ہے کہ خلاف علما سے بچنا ہے اور اسی لیے اگر پہلے کر چکا ہے نجاست دھونے کے بعد دوبارہ تیمم کر لینا انسب واحری ہے۔

(۱) فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، ج:۲، ص:۳۸۷، ۳۸۸، ملخصا، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۲) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج:۱، ص:۸۳۸، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

اور اگر جنابت کا لمعہ باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے میں کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھولے، دونوں نہیں ہو سکتے تو اُس پانی کو لمعہ دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے لازم کہ جب پانی خرچ ہولے اس کے بعد تیمم کرے، اگرچہ پہلے بھی کر چکا ہو کہ وہ منتقض ہو گیا، ظاہر ہے کہ تیمم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کر لینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج۔ تو اگر قول امام محمد کی صریح تصحیح نہ بھی ہوتی، خلاف ائمہ سے خروج کے لیے اسی پر عمل مناسب و مندوب ہوتا، نہ کہ اس طرف صراحۃً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعث فلاح و صلاح"۔ (۱)

آخر میں آپ نے حقیقت واقعیہ کا یوں اظہار فرمایا ہے جو کافی عبرت آموز اور فکر انگیز ہے:

"الحمدللہ کتاب مستطاب "حسن التعمّم لبیان حدّ التیمم" مسودۂ فقیر سے اٹھارہ (۱۸) جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جس میں صدہا وہ ابحاثِ جلیلہ ہیں کہ قطعاً طاقتِ فقیر سے بدر جہا وراہیں، مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں ناخواستہ کہہ اٹھیں، ع: کم ترک الأول للآخر. کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہٖ تعالیٰ کیسی خُوبی و خوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں ۔ ۔ ۔ بہر حال جو کچھ ہے میری قدرت سے ورا اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جلّ وعلا و ﷺ"۔ (۲)

۵ امام احمد رضا اور تطبیق بین الاقوال:

تیری شان عالمانہ نے یہ ثابت کر دیا　　　تجھ کو زیبا ہے امامت، سیدی احمد رضا

مختلف اقوال میں جمع و تطبیق بڑا اہم اور مشکل کام ہے، یہ کام وہی انجام دے سکتا ہے جو اس فن کا متبحر عالم، وسعت نظر کا مالک اور جزئیات کا حافظ ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصانیف جلیلہ اور ان کی فکر انگیز تحقیقات عالیہ میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ فتاویٰ رضویہ سے اس کی ایک مثال نذر قارئین ہے:

- وضو یا غسل میں بلا وجہ پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاے کرام کے درمیان سخت اختلاف پایا جاتا ہے، چنان چہ علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح در مختار میں بلا وجہ پانی صرف کرنے کو حرام ٹھہرایا۔ مدقق علائی نے در مختار میں مکروہ تحریمی قرار دیا۔ بحر الرائق میں اسے مکروہ تنزیہی شمار کیا۔ محقق علی الاطلاق امام بن ہمام نے فتح القدیر میں خلاف اولیٰ ہونے پر اعتماد کیا۔

الحاصل اس مسئلہ میں فقہاے کرام کے چار اقوال ہیں: حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ۔ بظاہر ان اقوال میں شدید اختلاف ہے، لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنی خداداد صلاحیت اور فقہی بصیرت سے تطبیق کی ایسی صورت بیان فرمائی جس سے اختلاف یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ اس تطبیق کا ماحصل یہ ہے:

(۱) وضو یا غسل میں سنت سمجھ کر بلا حاجت پانی خرچ کیا جائے تو حرام ہے۔ (۲) بلا اعتقاد سنیت و بلا حاجت وضو یا غسل میں پانی خرچ کرے کہ وہ پانی ضائع ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ (۳) نہ تو سنت کا اعتقاد ہو، نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ، لیکن عادۃً بلا وجہ زیادہ پانی خرچ کرتا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (۴) نہ اعتقاد سنت ہو، نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ، نہ ہی بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو، بلکہ نادراً بلا ضرورت پانی خرچ ہو جائے تو خلافِ اولیٰ ہے۔ چنان چہ مسئلۂ دائرہ سے متعلق تفصیلی کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"بالجملہ حاصل حکم یہ نکلا، بے حاجت زیادت اگر باعتقادِ سنیت ہو، مطلقاً ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دریا میں۔ اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً مکروہ تحریمی اگرچہ اعتقادِ سنیت نہ ہو۔ اور اگر نہ فسادِ عقیدت، نہ اضاعت تو خلاف ادب ہے، مگر عادت کر لے تو مکروہ تنزیہی۔ یہ ہے بحمد اللہ تعالیٰ فقہ جامع و فکر نافع و درک بالغ و نور بازغ و کمال توفیق و جمال تطبیق و حُسن تحقیق و عطر تدقیق و باللہ التوفیق والحمدللہ رب العٰلمین۔ (۳)

(۱) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج:۱، ص:۸۴۹، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۲) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج:۱، ص:۸۴۹، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۳) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، ج:۱، ص:۷۰۷، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

اس تضاد کو ختم کرنے کے ساتھ یہ بھی افادہ فرمایا کہ یہ اسراف فی الوضوء کی وہ صورتیں ہیں جو ناپسندیدہ ہیں، لیکن ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں زیادہ پانی خرچ کرنا جائز ہے یعنی خلاف اولیٰ بھی نہیں ہے۔ پھر اس کی چار اقسام بیان فرمائیں:

(۱) بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنظیف کی خاطر تین بار سے زیادہ دھویا جائے۔ (۲) گرمی کی شدت سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے تین بار سے زیادہ دھویا جائے۔ (۳) اس نیت سے تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے کہ وضو نور علی نور ہے۔ (۴) دو یا تین بار میں شک پڑ جائے تو ازالۂ ریب کی خاطر مقدار اقل پر بنا کر کے ایک بار اور دھوئے۔ چنان چہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جب کہ کسی غرض صحیح سے ہو، ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا، نہ خود معصیت ہے، نہ بے کار اضاعت۔ اس کی بہت مثالیں اُن پانیوں میں ملیں گی جن کو ہم نے آب وضو سے مستثنیٰ بتایا، نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور ان کے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جن میں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا: (۱) یہ کہ وضو علی الوضوء کی نیت کرے کہ نور علیٰ نور ہے۔ (۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کر کے تثلیث کامل کر لے مثلاً شک ہوا کہ منہ یا ہاتھ یا پاوں شاید دو ہی بار دھویا تو ایک بار اور دھو لے، اگر چہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایک بار کا خیال ہوا تو دو بار، اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگر چہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہو جائے، یہ اسراف نہیں کہ اطمینانِ قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔“ (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ تطبیق و توضیح یوں ہی نہیں کر دی ہے، بلکہ اس کو دلائل و براہین اور فقہا کی عبارتوں سے روشن بھی فرمایا ہے۔ یہ ہے آپ کا وہ علمی، فقہی اور تحقیقی کمال کہ جسے دیکھ کر بڑے بڑے علما و فضلا بھی انگشت بدنداں ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ:

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ (۲)

❻ امام احمد رضا اور حوالوں کی کثرت:

کسی مسئلہ کے اثبات میں کثیر حوالے وہی شخص پیش کر سکتا ہے جس کا مطالعہ وسیع، حافظہ قوی اور جزئیات مستحضر ہوں۔ اس سلسلے میں بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی نظر اتنی وسیع و عمیق تھی کہ بسا اوقات اپنے موقف کی تائید و تقویت میں دس بیس نہیں، بلکہ پچاسوں کتابوں کے حوالے رقم کرتے چلے جاتے تھے۔ اس کے چند شواہد درج ذیل ہیں:

- سجدۂ تحیت حرام ہے۔ ـــــ اس کے ثبوت میں آپ نے آیت وتفاسیر کے علاوہ چالیس احادیث اور ایک سو پچاس نصوص فقہ نقل کیے ہیں۔ یہ ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام ” الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية ـــ ۱۳۳۷ھ “ ہے۔ (۳)
- داڑھی منڈانا ممنوع و ناجائز ہے۔ ـــــ اس کے ثبوت میں آپ نے ایک مستقل رسالہ بنام ”لَمعةُ الضُّحىٰ في إعفاء اللُّحىٰ ـــ ۱۳۱۵ھ “ تحریر فرمایا، جس میں اٹھارہ آیتوں، بہتر حدیثوں اور ساٹھ ارشادات فقہا نقل فرمائے جو آپ کی وسعت نظر اور استحضار پر بین دلیل ہے۔ اس رسالے کے آخر میں خود فرماتے ہیں: الحمدللہ یہ مختصر رسالہ جس میں علاوہ زوائد کے اصل مقصد میں اٹھارہ آیتوں بہتر حدیثوں ساٹھ ارشادات علما جملہ ڈیڑھ سو نصوص نے باطل کا ازہاق، حق کا احقاق کیا“۔ (۴)
- کتا نجس العین ہے یا نہیں؟ ـــــ اس تعلق سے ایک طویل استفتا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں آیا، جو اس امر کا مقتضی تھا کہ اس کا جواب بھی تفصیل کے ساتھ دلائل و براہین سے مزین ہو؛ اس لیے آپ نے پہلے احادیث و شروح احادیث سے اصل مسئلہ کی وضاحت فرمائی اور اس کے بعد پچاس سے زائد کتب فقہ کے حوالے سے اپنا جواب مدلل و مبرہن فرمایا، اور فتویٰ کا آغاز اس طرح کیا:

”قول زید اصح وارجح واحق بالقبول واوفق بالمنقول والمعقول ہے۔ اور اس کے اکثر دلائل و جوابات صحیح و نجیح و قابل قبول، فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں یہ جانور سائر سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر، یہی مذہب ہے صحیح واصح و معتمد و مؤید بدلائل قرآن و حدیث

(۱) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہاۃ، باب الغسل، ج:۱، ص:۱۸۴، ۱۸۵، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہاۃ، باب الغسل، ج:۱، ص:۱۶۶ تا ص:۲۰۷، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۳) تفصیل کے لیے دیکھیے فتاویٰ رضویہ، ج:۹، نصف آخر، ص:۲۱۳ تا ۲۴۴، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۴) تفصیل کے لیے دیکھیے فتاویٰ رضویہ، ج:۹، نصف اول، ص:۱۲۲ تا ۱۳۷، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

ومختار وماخوذ للفتویٰ عند جمہور مشایخ القدیم والحدیث ہے"۔(۱)
تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا رسالہ "سلب الثلب عن القائلین بطهارة الکلب [۱۳۱۳ھ]" کا مطالعہ کریں۔

۷ امام احمد رضا اور علوم قرآن:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ علوم قرآن کے ماہر تھے، قرآن فہمی کے لیے جن علوم وفنون کی ضرورت ہوتی ہے، ان سب پر انھیں کامل عبور حاصل تھا، شان نزول اور ناسخ ومنسوخ سے پوری طرح باخبر تھے۔ ان کی تفسیری مہارت کا ایک شاہکار اور قرآن فہمی کا بیّن ثبوت ان کا ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" بھی ہے جس کے بارے میں محدثِ اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی، کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ:۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) فرماتے ہیں:
"علمِ قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی مثالِ سابق نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں ہے، نہ اردو زبان میں ہے، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اُس جگہ لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے، مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے، اس ترجمہ کی شرح حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ نعیم الدین علیہ الرحمہ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دَورانِ شرح ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گزرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔ اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمے کو سراہا کرتے تھے، لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس ترجمہ کو پاتے تو فرما ہی دیتے کہ " ترجمۂ قرآن شے دیگر است وعلم القرآن شے دیگر"۔(۲)

قرآن کریم کا یہ ترجمہ علمی، ادبی، اعتقادی ہر حیثیت سے معیاری اور قرآن کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے، اس سے قرآنی حقائق ومعارف کے وہ اسرار ورموز منکشف ہوتے ہیں جو عام طور سے دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے، یہ ترجمہ سلیس وشگفتہ ہونے کے ساتھ انبیاے کرام علیہم السلام کے ادب واحترام اور ان کی عزت وعصمت کی پاس داری میں اپنی مثال آپ ہے۔

پھر یہ ترجمہ کس طرح معرضِ وجود میں آیا، اس کے بارے میں مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی یوں تحریر فرماتے ہیں:
"یہ معلوم کرکے ناظرین کو سخت حیرت ہوگی کہ اتنی کثیر خوبیوں والا ترجمہ بغیر کسی کتاب کی مدد کے اور بغیر کسی تیاری کے عالم ظہور میں آیا۔ واقعہ یوں ہے کہ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کردینے کی گزارش کی۔ آپ نے وعدہ تو فرمالیا، لیکن دوسرے مشاغلِ دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی، جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: چوں کہ ترجمہ کے لیے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے؛ اس لیے آپ رات میں سوتے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چناں چہ حضرتِ صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہوگیا۔
ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیاتِ کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے، لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتبِ تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے، بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے، پھر ترجمہ بیان کرتے، بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فر فر، فر فر پڑھتا جاتا ہے، پھر جب حضرتِ صدر الشریعہ اور دیگر علماے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتبِ تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ آپ کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیرِ معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔
الغرض اِسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا، پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرتِ صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرالیا اور آپ کی کوششِ بلیغ کی بدولت دنیاے سنیت کو "کنز الایمان" کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہوئی۔ فجزاه الله تعالىٰ عن أهل السنة جزاءً كثيرا و أجرا جزيلا".(۳)

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج:۲، ص:۶۴، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۲) احوال وآثار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام بریلوی، مولفہ علامہ محمد صابر القادری نسیم بستوی، ص:۱۵۵، رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور، پاکستان۔
(۳) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مولفہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی، ص:۳۶۵، ۳۶۶، قادری کتاب گھر، بریلی شریف۔

آپ کے قلم سے نکلے ہوئے بعض تفسیری حواشی بھی ہیں، مثلاً: ① الزلال الانقیٰ من بحر سبقة الاتقیٰ[۱۳۰۰ھ]۔② حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف۔③ حاشیة عنایة القاضی۔④ حاشیة معالم التنزیل۔⑤ حاشیة الاتقان فی علوم القرآن۔ ⑥ حاشیة الدر المنثور۔⑦ حاشیہ تفسیر خازن۔ یہ تمام حواشی عربی زبان میں ہیں۔ (۱)

مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی نے اعلیٰ حضرت کی کتب میں سے انتخاب کرکے چھ سو آیات پر مشتمل تفسیری مباحث جمع کرکے شائع کردیے ہیں جو بڑی سائز کی تین جلدوں (جامع الاحادیث جلد ۷-۸-۹) پر محیط ہیں، جن کو پڑھ کر منصف مزاج حضرات اس بات کا ضرور اعتراف کریں گے کہ جو شخصیت ان آیات کی اس طرح محققانہ انداز میں تفسیر کرسکتی ہے، وہ بلا شبہ پورے قرآن کی تفسیر پر قادر تھی اور تمام مضامینِ قرآن اُس کے پیش نظر تھے۔

⑧ امام احمد رضا اور علوم حدیث:

اے مفسر، اے محدث، اے فقیہ بے مثال ہمسر اوج ثریا ہے ترا علمی مقام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک بلند پایہ محدث بھی تھے، ان کے سینے میں احادیث کریمہ کا بحر بیکراں موجزن تھا، علوم حدیث پر ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا چنانچہ جب ان سے پوچھا گیا کہ حدیث کی کتابوں میں کون کون سی کتابیں پڑھی یا پڑھائی ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ پچاس سے زائد کتبِ حدیث میرے درس و تدریس و مطالعہ میں رہیں:

”مسند امام اعظم، مؤطا امام محمد، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الخراج امام ابو یوسف، کتاب الحجج امام محمد، شرح معانی الاثار امام طحاوی، مؤطا امام مالک، مسندِ امام شافعی، مسندِ امام محمد و سننِ دارمی، بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابنِ ماجہ و خصائص نسائی، منتقی ابن الجارود و ذو علل متناہیہ و مشکوٰۃ و جامع کبیر و جامع صغیر و منتقی ابن تیمیہ و بلوغ المرام، عمل الیوم واللیلہ ابن السنی و کتاب الترغیب و خصائصِ کبریٰ و کتاب الفرج بعد الشدّۃ و کتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتبِ حدیث میرے درس و تدریس و مطالعہ میں رہیں“۔ (۲)

جب کوئی بالغ نظر، صاحب فکر و بصیرت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصنیفات و فتاویٰ کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ برملا اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ علوم حدیث میں یگانۂ روزگار ہیں، حدیث کی صحت و سقم کا مسئلہ ہو یا طرقِ حدیث اور اسماء الرجال کی گفتگو ہو، ہر ایک میں آپ ممتاز نظر آتے ہیں۔

محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی، کچھوچھوی علیہ الرحمہ آپ کے علم الحدیث کے تعلق سے یوں رقم طراز ہیں:

”علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زَد پڑتی ہے ان کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت از بر، علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کے لیے جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ یحییٰ نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہیں، لیکن جس یحییٰ کے طبقہ اور استاذ و شاگرد کا نام بتادیا تو اس فن کے اعلیٰ حضرت خود موجد تھے کہ طبقہ و اسما سے بتادیتے تھے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم حدیث سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت اور خداداد علمی کرامت“۔ (۳)

یقیناً فنِ حدیث میں اُن کی جو خدمات جلیلہ ہیں، ان سے اُن کی علمِ حدیث میں بصیرت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، حدیث کی معرفت اور اس کی صحت و عدمِ صحت، ضعف و سقم وغیرہ جملہ علومِ حدیث میں جو مہارتِ تامہ اُن کو حاصل تھی وہ بہت دور تک نظر نہیں آتی ہے اور یہ چیزیں ان کی کتب و رسائل میں مختلف انداز پر ہیں، کہیں تفصیل کے ساتھ مستقلاً ذکر ہے اور کہیں اختصار کے ساتھ ضمناً اور کہیں کہیں حدیث و معرفتِ حدیث اور مبادیِ حدیث پر ایسی نفیس اور شاندار بحثیں ہیں کہ اگر ان ابحاث کو امام بخاری و امام مسلم بھی دیکھتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

(۱) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مولفہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی، ص: ۳۸۷، قادری کتاب گھر، بریلی شریف۔
(۲) اظہار الحق الجلی، ص: ۱۹، ۲۰، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۳) احوال و آثار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام بریلوی، مولفہ علامہ محمد صابر القادری نسیم بستوی، ص: ۱۵۶، رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور، پاکستان۔

حضرت مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ساڑھے چار ہزار (۴۵۰۰) احادیث یکجا کرکے " جامع الاحادیث " کے نام سے شائع کیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

⑨ امام احمد رضا اور علمِ ریاضی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ دیگر علوم وفنون کی طرح علمِ ریاضی میں بھی یگانۂ رُوزگار تھے، اس کا ایک نمونہ حیات اعلیٰ حضرت سے ہدیۂ قارئین کرتے ہیں:

" علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین جو کہ ریاضی میں غیر ملکی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کیے ہوئے تھے، وہ امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آئے۔ ارشاد ہوا: فرمائیے! انھوں نے کہا: وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی جلدی عرض کردوں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: آخر کچھ تو فرمائیے۔ غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کردیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا: اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہوئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا، بے اختیار بول پڑے: میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے، آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب سید سلیمان اشرف صاحب نے میری راہنمائی فرمائی اور میں یہاں حاضر ہوگیا۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔

ڈاکٹر صاحب بصد فرحت و مسرت واپس تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے بھی پورے پابند ہوگئے "۔ (۱)

⑩ امام احمد رضا اور علمِ توقیت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو علمِ توقیت میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے، وقت بالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک منٹ کا بھی فرق نہیں پڑتا تھا۔ حیات اعلیٰ حضرت میں ہے:

" ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایون تشریف لے گئے، حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر قادری برکاتی کے یہاں مہمان تھے، " مدرسہ قادریہ " کی مسجد میں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے۔ جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبد القادر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نمازِ فجر کی امامت کی اور قراءت اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبد القادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب طلوع تو نہیں ہوگیا، مسجد سے نکل نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے، یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ " آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتالیس سیکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہوگئے "۔ (۲) اس فن میں آپ کی متعدّد تصانیف ہیں، مثلاً: ① سر الاوقات ② درء القبح عن درک وقت الصبح ③ زیج الاوقات للصوم والصلوات ④ تاج توقیت، وغیرہ۔

⑪ امام احمد رضا اور علمِ تکسیر:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو جن علوم میں مہارت تھی، ان ہی میں ایک علمِ تکسیر بھی ہے۔ علم تکسیر کا مطلب یہ ہے کہ اعداد کو تقسیم کرکے تعویذ کے خانوں میں اس طرح لکھنا کہ ہر طرف کا مجموعہ برابر ہو۔ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ علم تکسیر کے تعلق سے فرماتے ہیں:

" علم تکسیر بھی اس زمانہ میں انھیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبے میں ایک یا دو شخص ہوں گے، عوام کو اس سے کیا دلچسپی، علما کو اس سے کیا غرض، مشائخِ کرام جن کے یہاں کی اور جن کے کام کی چیز ہے، سو میں سے اسی (۸۰) ایسے ملیں گے جو اپنے مشائخ کے مجموعۂ اعمال یا مجربات یا نافع الخلائق سے نقوش اُلٹے سیدھے، باقاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ اٹھارہ انیس فی صد نقشِ مثلث یا مربع قاعدۂ مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار پانچ سو میں سے دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔ (۳)

---

(۱) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۲۷۲، ۲۷۳، ملخصاً، مرکز اہل سنت، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔
(۲) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۲۷۹، ۲۸۰، مرکز اہل سنت، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔
(۳) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۲۸۱، مرکز اہل سنت، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

عرصے کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب کا میرے سامنے تعارف کرایا گیا کہ ”ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ فن تکسیر جانتے ہیں۔ میں سمجھ گیا، میں نے ان سے کہا: اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں جس کے جاننے والے روے زمین سے معدوم و مفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فنِ تکسیر کا علم ہے۔ میں نے کہا: یہ مخلصوں کا محض حسنِ ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ ہاں! اس فن سے یک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

اس کے بعد میں نے اُن شاہ صاحب سے پوچھا کہ جناب ”مربع“ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ بہت فخریہ فرمایا: سولہ طریقے سے۔ میں نے کہا: بس! اس پر فرمایا: اور آپ! میں نے کہا: گیارہ سو باون (۱۱۵۲) طریقے سے۔ بولے: سچ! میں نے کہا: جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا، گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی۔ کہا: میرے سامنے بھر سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھے ہوئے ہیں۔ پوچھا: آپ نے کن سے سیکھا؟ میں نے اعلیٰ حضرت کا نام لیا، یہ بھی اعلیٰ حضرت کے معتقد تھے۔ نام سن کر اُن کو یقین ہو گیا، مگر پوچھنے لگے کہ اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟ میں نے کہا تئیس سو تین (۲۳۰۳) طریقے سے۔ کہا: آپ نے کیوں نہیں سیکھا؟ میں نے کہا: وہ تو علم کے دریا نہیں، سمندر ہیں، جس فن کا ذکر آیا، ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی علم کو دیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی ہے، اُن کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں“۔ (۱)

اس فن میں اعلیٰ حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے: أطائب الاکسیر فی علم التکسیر [۱۲۹۶ھ]۔

⑫ امام احمد رضا اور تاریخ گوئی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو جملہ علوم و فنون کی طرح فن تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا، اس پر آپ کی اکثر تصنیفات کے نام شاہد ہیں۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

”یہ فن بھی دنیا سے اٹھ چلا تھا، اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس کی طرف توجہ کی تو کم و بیش پانچ چھ سو کتب و رسائل کے نام تاریخی لکھ ڈالے اور سیکڑوں اشتہاروں کے عنوان بھی تاریخی لکھ دیے، خوبی یہ کہ کتاب، رسالے اور اشتہار کے مضمون کا اظہار بھی اس نام یا عنوان سے ہوتا ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی صاحب نے اپنے نوزائیدہ بچے کے نام رکھنے کی درخواست کی تو فوراً آپ نے ان کے خاندانی ناموں سے ملتا جلتا نام بتایا جو بعد میں جانچا تو تاریخی نکلا“۔ (۲)

ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

” اعلیٰ حضرت کو تاریخ گوئی میں وہ کمال اور ملکہ حاصل تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادّے اور جملے فرمادیا کرتے تھے، جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر و بیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمونِ کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا۔

۱۲۸۶ھ میں کہ حضور (اعلیٰ حضرت) کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا، ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: ایک صاحب نے امام باڑہ بنایا ہے، چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو تو دروازہ پر کتبہ کر دیں۔ حضور نے فی البدیہ فرمایا: ان سے کہیے ”بدرِ رفض (۱۲۸۶ھ)“ نام رکھیں۔ اس جواب کو سن کر بولے کہ امام باڑہ گزشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے، مقصد یہ تھا کہ حضور دوسرا لفظ فرمائیں گے، جس میں لفظ رفض نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا تو ”دارِ رفض (۱۲۸۵ھ)“ رکھیں۔ یہ سن کر چپ ہوئے، پھر عرض کیا کہ اس کی ابتدا ۱۲۸۴ھ ہی میں کی تھی؛ اس لیے اسی سنہ کا نام ہونا مناسب۔ ارشاد فرمایا: تو ”دَرِ رفض (۱۲۸۴ھ)“ رکھیں۔ (۳)

آپ کی چند تصانیف کے تاریخی نام درج ذیل ہیں:

(۱) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری، ج:۱، ص:۲۸۱، تا ص:۲۸۳، ملخصاً، مرکز اہل سنت، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔
(۲) سیرت اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا حسنین رضا خاں، ص:۱۷، مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد۔
(۳) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری، ج:۱، ص:۳۰۹، ۳۱۰، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

- انفس الفکر فی قربان البقر[۱۲۹۸ھ].
- اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تہامة[۱۲۹۹ھ]
- النہی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید [۱۳۰۵ھ]
- صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین[۱۳۰۶ھ]
- النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی[۱۳۰۹ھ]
- اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد[۱۳۱۰ھ]
- بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز[۱۳۱۱ھ]
- برکات الامداد لاهل الاستمداد[۱۳۱۱ھ]
- الهداية المباركة فی خلق الملائكة [۱۳۱۱ھ]
- منیة اللبیب ان التشریع بید الحبیب[۱۳۱۱ھ]
- الکوکبة الشہابیة فی کفریات ابی الوہابیة [۱۳۱۲ھ]
- سل السیوف الهندیة علی کفریات بابا النجدیة[۱۳۱۲ھ]
- سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء[۱۳۱۲ھ]
- لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ[۱۳۱۵ھ]
- شرح المطالب فی مبحث ابی طالب[۱۳۱۶ھ]
- السوء والعقاب علی المسیح الکذاب[۱۳۲۰ھ]
- اهلاك الوهابيين علی توهين قبور المسلمين[۱۳۲۲ھ]
- قهر الديان علی مرتد بقاديان[۱۳۲۳ھ]
- الجود الحلو فی ارکان الوضوء[۱۳۲٤ھ]
- ایذان الاجر فی اذان القبر[۱۳۲٤ھ]
- المبین ختم النبیین[۱۳۲۶ھ]
- خالص الاعتقاد[۱۳۲۸ھ]
- **نهج السلامة فی حکم تقبیل الابهامین فی الاقامة[۱۳۳۳ھ]**
- باب العقائد والکلام [۱۳۳۵ھ]
- جمل النور فی نهی النساء عن زیارة القبور[۱۳۳۹ھ]
- دوام العیش فی الائمة من قریش [۱۳۳۹ھ]
- الجراز الدّیّانی علی المرتد القادیانی[۱۳٤۰ھ]۔

اس طرح آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ کی اکثر تصانیف کا نام تاریخی ہے اور وہ بھی ایسا مناسب وموزوں کہ نام سے ہی اس کے مضمون کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

⑬ امام احمد رضا اور علم طب:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ وہ بالغ نظر مفتی ہیں جو احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لیے تمام امکانی ماٰخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایک ماہر طبیب جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بیش بہا طبی معلومات دیکھ کر اسے حیرت ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کسی مفتی کی تصنیف پڑھ رہا ہے یا ماہر طبیب کی، چنان چہ حکیم محمد سعید دہلوی لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لیے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے؛ اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں، مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے یہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں، بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں، ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین وطب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے“۔ (۱)

⑭ امام احمد رضا اور عبادت وتقویٰ:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ جس طرح علم و معرفت میں ممتاز تھے اسی طرح عبادت و ریاضت، زہد وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت اور اتباع شریعت و سنت میں بھی اپنی مثال آپ تھے، آپ کی عبادت و ریاضت اور شان تقویٰ سے متعلق استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ فرماتے ہیں:

”یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مجدد اعظم اور مصلح اکبر کردار و عمل میں اس سے کہیں زیادہ پختہ ہے جتنا گفتار و قلم میں ہے، وہ اگر گفتار کا غازی ہے تو کردار کا فاتح، قلم کا دھنی ہے تو علم کا تاجدار۔ ملاحظہ فرمائیے چند شواہد:

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، کلمات آغاز، ج:۱، ص:ل، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

● جس فقیہ کے پاس فتوے اتنی کثرت سے آتے ہوں کہ اُس کے اوقات جوابِ مسائل میں مصروف ہوں، اُس سے جماعت جو واجب ہے اور سننِ موکدہ جو قریب بواجب ہیں، معاف ہوجاتی ہیں۔ (دیکھیے کتب فقہ)

مگر امام احمد رضا کی شان تقویٰ قابل دید ہے، سوالات اتنی کثرت سے آتے تھے کہ ایک موقع پر (کسی نے کچھ اس طرح لکھ دیا تھا کہ جواب کی جو کچھ فیس ہوگی ادا کی جائے گی) اصل مسئلہ کے جواب کے بعد رقم طراز ہیں:

"یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، بفضلہ تعالیٰ تمام ہندستان و دیگر ممالک مثل چین وافریقہ وامریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں، بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جدامجد قدس سرہٗ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے برس، اور خود اس فقیر غفرلہٗ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے اکاون برس ہونے آئے، یعنی اس صفر کی ۱۴ر تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے، اس نوکم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کے ہیں، بحمد اللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا، نہ لیا جائے گا۔ بعونہٖ تعالیٰ ولہ الحمد.

معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و دنی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ ماأسئلكم عليه من أجر إن أجري إلا على رب العلمين . میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہاں کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے"۔ (۱)

لیکن اس کثرتِ فتویٰ کے باوجود ہمیشہ آپ نے جماعت کی پابندی فرمائی اور سننِ موکدہ بھی نہ چھوڑیں۔ فتویٰ وہ ہے، تقویٰ یہ۔

● جو شخص بیماری میں اتنا لاغر ہو کہ مسجد نہیں پہنچ سکتا، یا جا سکتا ہے، لیکن مرض بڑھ جائے گا، اُس کے لیے جماعت چھوڑنا جائز ہے، مگر امام احمد رضا کی آخری بیماری جس میں وصال فرمایا، حال یہ تھا کہ مسجد تک از خود نہیں جاسکتے تھے، پھر بھی فوتِ جماعت گوارا نہ فرمائی۔

" جمل النور فی نھی النساء عن زیارة القبور" میں مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب، مدرس اول مدرسہ قادریہ، محلہ جمال پور، شہر احمد آباد (گجرات) کے مکرر سوال کے جواب میں مفصل فتویٰ دیتے ہوئے شروع میں فرماتے ہیں:

"آپ کی رجسٹری ۱۵ر ربیع الآخر شریف کو آئی، میں ۱۲ر ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا، میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متّصل مسجد ہے، چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں"۔

اس عبارت سے جہاں یہ ظاہر ہوا کہ حضرت سخت بیمار تھے، وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ ایسی سخت علالت میں بھی جماعت چھوڑ کر گھر میں تنہا نماز پڑھ لینا گوارا نہ تھا، جب کہ اتنی شدید علالت بلا شبہہ ترک جماعت کے لیے عذر ہے۔

ایک دفعہ حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اسی بیماری کا حال بیان کیا کہ " ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا، جماعت کا وقت ہوگیا، طبیعت پریشان، ناچار خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضر مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی"۔

آج صحت وطاقت اور تمام تر سہولت کے باوجود ترک نماز اور ترک جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درس عبرت ہے۔ (۲)

● شیخِ فانی جو روزہ سے عاجز ہو، اُس کے لیے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کردے، یا جو سخت بیمار ہے کہ طاقتِ روزہ نہیں، اس کے لیے قضا جائز ہے۔ زندگی کے آخری سال میں اعلیٰ حضرت کا یہی حال تھا کہ بریلی میں روزہ نہیں رکھ سکتے تھے، لیکن انھوں نے اپنے لیے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ مجھ پر روزہ فرض ہے؛ کیوں کہ نینی تال (ایک پہاڑی علاقہ) میں ٹھنڈک کے باعث روزہ رکھا جاسکتا ہے اور میں وہاں جاکر قیام کرنے پر قادر ہوں؛ لہٰذا مجھ پر روزہ فرض ہے۔

● باقاعدہ ٹوپی، کرتا، پاجامہ یا تہبند پہن کر نماز بلا شبہہ جائز ہے، تنزیہی کراہت بھی نہیں، ہاں عمامہ بھی ہو تو یقیناً مستحب ہے۔ امام احمد رضا باوجودیکہ بہت حار مزاج تھے، مگر کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو، ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کُرتے

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، باب الامامۃ، ج:۳، ص:۲۳۰، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۲) مزارات پر عورتوں کی حاضری (جمل النور) ص:۱۲، ۱۳، مجلس اشاعت، طلبۂ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، اعظم گڑھ۔

کے ساتھ ادا نہ کیا۔ [1]

● عوام تو عوام ہیں، بعض خواص کا یہ حال ہے کہ خود اگر کسی غیر شرعی امر میں مبتلا ہیں تو اس کے لیے طرح طرح کی تاویلیں کریں گے، اور اگر دوسرا کوئی مسلمان بھائی جائز و غیر مکروہ امر کا پابند ہے، مستحب و اولیٰ کی رعایت نہیں کرپاتا اور یہ بعض خواص اس معاملہ میں مستحب کی بھی رعایت فرماتے ہیں تو اس بھائی کو طرح طرح برا کہیں گے اور اس کے ترک اولیٰ سے شدید و عظیم امر، غیبت مسلم میں گرفتار ہوں گے اور خود اپنے احوال پر تنقید کی توفیق نہ ہوگی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی شان یہ ہے کہ روسرکی چینی کے بارے میں استفتا آیا، اس کے جواب میں رسالہ تصنیف کیا "الأحلی من السکر فی سکّر روسر [۱۳۰۳ھ]" جس سے اس کے استعمال کا جواز نکلتا ہے۔ کوئی ناواقف سوچ سکتا تھا کہ شاید خود استعمال فرماتے ہیں؛ اس لیے اتنی کوشش فرمائی ہے، مگر حاشا و کلا! وہ مقبول بندۂ خدا کبھی اپنی خواہش کے لیے فتوے نہ دیتا، وہ وہی حکم سناتا جو شریعت مطہرہ کا تقاضا ہو۔ خود فرماتے ہیں:

" فقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ نے آج تک اس شکّر کی صورت دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا، نہ جو مسلمان استعمال کریں انھیں آثم (گنہ گار) خواہ بیباک جانتا ہے، نہ تَوَرُّع و احتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے اُن پر ترفّع و تعلّی روا رکھے، و باللہ التوفیق والعیاذ من المداھنة والتضییق وھو سبحانه وتعالیٰ أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحکم. [2]

⑮ امام احمد رضا اور اطاعتِ والدین:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالات ظاہری و باطنی، صوری و معنوی بنایا تھا، اوصاف و کمالات میں جسے بھی دیکھیے، ان کی ذات میں بروجہ کمال اس کا ظہور تھا۔ اطاعت والدین کا عملی اقدام بھی بے مثال تھا۔ اس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

● حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں قدس سرہ کا بیان ہے کہ والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا (امام احمد رضا) کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خان صاحب کا انتقال ہوا، اپنے حصۂ جائداد کے خود مالک تھے، مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا، وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں، جس طرح چاہتیں صرف کرتیں، جب مولانا (امام احمد رضا) کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے، جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے"۔ [3]

● والدہ ماجدہ کی اطاعت و فرماں برداری کا یہ عجیب منظر بھی ملاحظہ کیجیے: ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ (اپنے صاحبزادے) حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کو (جب کہ وہ چھوٹے بچے تھے) گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے، وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے، پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا، اس پر ان کو سزا دی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرماتھیں، انھیں کسی طرح اس کی خبر ہوگئی وہ حضرت حجۃ الاسلام (اپنے پوتے) کو بہت چاہتی تھیں، غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہتڑ مارا اور فرمایا: تم میرے حامد کو مارتے ہو۔ اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہوگئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا: اماں! اور ماریئے جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔ یہ سننے کے بعد انھوں نے ایک دوہتڑ اور مارا، اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔

اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہوگیا، مگر بعد میں اس واقعہ کا ذکر جب بھی کرتیں تو آبدیدہ ہوکر فرماتیں کہ دوہتڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرماں بردار بیٹے کو جس نے خود کو پٹنے کے لیے پیش کر دیا، کیسے مارا۔ افسوس۔ [4]

● والدہ ماجدہ کی اطاعت و فرماں برداری کا یہ واقعہ بھی دیدۂ عبرت سے مطالعہ کے قابل ہے کہ جب ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت کے برادر اصغر مولانا محمد رضا خان، ان کے بیٹے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور ان کی اہلیہ محترمہ حج و زیارت کے لیے روانہ ہوئیں، تو اعلیٰ حضرت بذات خود جھانسی تک اُن کو پہنچانے تشریف لے گئے۔ آپ چوں کہ پہلے ہی حج فرض ادا کر چکے تھے؛ اس لیے ان کے ساتھ سفر حج کا کوئی ارادہ نہیں تھا، مگر جب انھیں رخصت

(۱) کرامات اعلیٰ حضرت، ص:۳۱، بروایت مولانا محمد حسین صاحب نظامی میرٹھی۔
(۲) فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۱۲۵، باب الانجاس، رضا اکیڈمی، ممبئی۔ امام احمد رضا اور ردبدعات و منکرات، تقریب از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، ص:۶۰ تا ۶۳، اسلامک پبلشر، دہلی۔
(۳) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۱۴۶، ۱۴۷، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات۔
(۴) سیرت اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا حسنین رضا خان، بریلوی، ص:۹۱، ۹۲، مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد۔

کرنے گئے تو اسی درمیان آپ کو اپنی نعتیہ غزل یاد آگئی۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

گزرے جس راہ سے وہ سیّدِ والا ہو کر — رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

وائے محرومیِ قسمت کہ میں پھر اب کی برس — رہ گیا ہم رہِ زُوّارِ مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ آپ کا دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جسے آپ نے دوسری غزل میں یوں فرمایا ہے۔

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب — پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

اُسی وقت حج وزیارت، بلکہ خاص زیارتِ سرورِ دو عالم ﷺ کا قصدِ مصمم فرمایا، لیکن والدہ ماجدہ کی اجازت کے بغیر سفر مناسب نہ جانا، کیوں کہ نفلی حج کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے؛ اس لیے انھیں رخصت کرنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ (۱)

آپ نے والدہ ماجدہ سے اجازت کیسے لی، اس کا ذکر خود اعلیٰ حضرت ہی کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:

(بریلی شریف واپس پہنچنے کے بعد میں) ”عشا کی نماز سے اول وقت ہی فارغ ہو لیا۔ شِکْرَم (یعنی چار پہیوں والی مخصوص گاڑی) بھی آگئی۔ صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں، اور بغیر اجازتِ والدہ حجِ نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرتِ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟۔ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا، یہ تھا کہ: خدا حافظ!“۔ (۲)

⑯ امام احمد رضا اور اَرباب حکومت:

اعلیٰ حضرت امام رضا سراپا عشقِ رسول ﷺ کا نمونہ تھے، انھوں نے حضور تاج دارِ رسالت ﷺ کی اِطاعت وغلامی کو دل وجان سے قبول کیا تھا؛ اس لیے کبھی اپنی زبان وقلم سے کسی دنیوی تاج دار یا مال دار کی خوشامد نہیں کی، بلکہ ہمیشہ اَربابِ حکومت اور دنیوی جاہ ومنصب کو سرمایۂ افتخار سمجھنے والوں سے بے نیاز وکنارہ کش رہے، اس کا اظہار آپ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح کیا ہے۔

انھیں جانا، انھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام — لِلّٰہِ الْحَمْد میں دنیا سے مسلمان گیا

اس سلسلے میں حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

” وہ ہمیشہ اہلِ دُوَل اور اربابِ حکومت سے گریزاں رہے، کسی کے ایوان تک جانا تو بڑی بات ہے، انھوں نے تو اپنی مجلس میں بھی باریاب ہونے کی اس طبقے کو کبھی اجازت نہیں دی۔ (اس کی دو مثالیں درج ذیل ہیں:)

- والی رام پور جو بڑوں بڑوں کے ممدوح رہ چکے ہیں، انھوں نے ہزار منت وسماجت کی، کہ حضور والا میری دعوت کو پذیرائی کا شرف نہیں بخش سکتے تو مجھ ہی کو باریاب ہونے کی اجازت مرحمت فرمایئے، لیکن اعلیٰ حضرت نے اس کا بھی موقع انھیں نہیں دیا۔
- ایک بار نان پارہ، ضلع بہرائچ کے ایک صاحب جو اعلیٰ حضرت کے مخلص ترین دوستوں میں تھے، بریلی تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ راجہ صاحب نان پارہ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھ دیجیے تاکہ میں اپنی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کروں اور انعام واکرام کی صورت میں کچھ میرے گزر بسر کا سامان ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی درخواست کے جواب میں بجائے منقبت کے فی البدیہ ایک نعت شریف کا املا کرایا۔ یہ وہی مشہورِ زمانہ نعت شریف ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص، جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اس نعت شریف کے مقطع میں اعلیٰ حضرت نے جس خوب صورتی کے ساتھ ان کی درخواست پر طنز فرمایا ہے، یہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ارشاد

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۱۳۵، ۱۳۶، ملخصا، مرکز اہل سنت، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔
(۲) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص:۱۸۳، مکتبۃ المدینہ۔

فرماتے ہیں۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین "پارۂ ناں" نہیں

ذرا یہ صنعت شعری ملاحظہ فرمائیے کہ "نان پارہ" کو الٹ کر "پارۂ ناں" کے لفظ سے کتنا ایمان افروز اور خوب صورت مفہوم پیدا کر دیا۔ (۱)

اس مقطع کا مفہوم یہ کہ میں اہلِ ثروت کی مدح سرائی کیوں کروں، میں تو اپنے کریم مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے دَر کا فقیر ہوں۔ میرا دین "پارۂ نان" یعنی روٹی کا ٹکڑا نہیں ہے کہ اس کے لیے مال داروں کی خوشامد کرتا پھروں اور ان کی شان میں قصیدے لکھوں۔

آپ نے جو بھی دینی و علمی خدمات انجام دیں، ان سب کا مقصد اصلی خدائے وحدہٗ لاشریک اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی رضا و خوشنودی تھی؛ اس لیے آپ نے کبھی اہل دنیا کے دربار میں حاضری نہیں دی اور نہ ہی ان کی تعریف و توصیف کر کے اپنی زبان و قلم کا وقار مجروح ہونے دیا، نہ کبھی ان کی دادو دہش قبول کی اور نہ ہی ان کے طعن و تشنیع کی پروا، بلکہ ہمیشہ دنیا اور دنیا والوں سے بے نیاز رہ کر احیاے دین و سنت اور نشر علوم و فنون میں لگے رہے، اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے آپ کے یہ دو اشعار ہی کافی ہیں۔

نہ مرانوش زتحسین، نہ مرانیش زطعن
نہ مراگوش بمدحے، نہ مراہوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نگنجد دروے
جز من و چند کتابے و دواتے قلمے

⑰ امام احمد رضا اور تواضع وانکسار:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی پوری زندگی تواضع وانکسار، اخلاص وللّٰہیت اور سادگی سے عبارت ہے، آپ ہمیشہ علما، فقہا اور بڑی عمر کے لوگوں کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے اور چھوٹی عمر والوں سے بھی نہایت خندہ پیشانی سے ملتے، انھیں "آپ" اور "جناب" جیسے کلمات سے مخاطب فرماتے اور حسب حیثیت ہر ایک کی توقیر و تعظیم کرتے۔ نہ کبھی بہت قیمتی لباس استعمال کرتے، نہ خاص مشائخانہ انداز اختیار فرماتے، بلکہ آپ کی سادگی کا حال یہ تھا کہ بسا اوقات آپ کی شہرت و مقبولیت سن کر کوئی شخص آپ سے ملنے کے لیے آتا تو آپ کو دیکھ کر خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، جن کی شہرت شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک ہے، وہ یہی ہیں۔ چناں چہ اسی قسم کا ایک واقعہ حیات اعلیٰ حضرت میں اس طرح مرقوم ہے:

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کاٹھیاواڑ سے حضور (اعلیٰ حضرت) کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے۔ ظہر کا وقت تھا، اعلیٰ حضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ سادہ وضع تھی، خالتہ دار پاجامہ، ململ کا چھوٹا کرتا، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے مٹی کے لوٹوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور السلام علیکم کہا، اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت ہی سے دریافت کیا کہ احمد رضا خان صاحب کی زیارت کو آیا ہوں، وہ کہاں ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ احمد رضا میں ہی ہوں۔ انھوں نے کہا: میں آپ کو نہیں، میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ملنے آیا ہوں"۔ (۲)

● حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں، مارہروی فرماتے ہیں کہ حضرت جد امجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں بارہا حضرت مولانا (امام احمد رضا) بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا، مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے " میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو وعظ کے کیا لائق؟ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں، ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا، چوں کہ بعد سوال اسے ظاہر کر دینا حکم شریعت ہے، میں ظاہر کر دوں گا"۔

اتنا سن کر حاضرین میں سے کوئی صاحب حسب حال سوال کر دیتے، حضور پر نور (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) اپنی تقریر دل پذیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرما دیتے۔

● ایک بار میرے اصرار سے مولانا نے مزار صاحب البرکات قدس سرہ پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مولفہ مولود شریف سرور القلوب فی ذکر المحبوب بھی پڑھا۔

---

(۱) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مولفہ مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی، پیش لفظ از علامہ ارشد القادری، ص: ۱۳۰، قادری کتاب گھر، بریلی شریف۔
(۲) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج: ۱، ص: ۱۳۸، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

جامع حالات غفرلہٗ کہتا ہے: تواضع وانکسار کی یہ حد ہے؛ اس لیے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں، میں نے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم ان کا اردو میں میلاد کی چند کتابیں ہیں، مگر ان کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے، بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کر لیا اور اسی کو زبانی جابجا پڑھا کرتے ہیں۔ (۱)

● علامہ محمد صابر القادری نسیم بستوی لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک کمسن صاحبزادے نہایت بے تکلفی سے حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی کہ میری والدہ نے آپ کی دعوت کی ہے اور صبح بلایا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اُن سے دریافت فرمایا: مجھے دعوت میں کیا کھلاؤ گے؟ صاحبزادے نے فوراً اپنے کُرتے کا دامن پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو مرچیں پڑی ہوئی تھیں، کہنے لگے: دیکھئے ناں! یہ دال لایا ہوں۔

حضور نے اُن کے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا: اچھا! میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب) کل دس بجے دن میں آئیں گے، اور حاجی صاحب سے فرمایا: مکان کا پتہ دریافت کر لیجیے۔

دوسرے دن وقتِ معین پر حاجی صاحب کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے، جس وقت مکان پر پہنچے تو صاحبزادے کو دروازے پر منتظر پایا، حضور کو دیکھتے ہی بھاگتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے مکان کے اندر چلے گئے کہ "ارے مولوی صاحب آ گئے"۔ حضور انتظار فرمانے لگے، کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی جس پر آپ بیٹھ گئے، پھر ڈلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لا کر رکھ دی اور کہنے لگے: کھائیے! حضور نے فرمایا: بہت اچھا، کھاتا ہوں! ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئیے۔ وہ پانی لے کر حاضر ہوئے، حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود بھی ہاتھ دھو کر شریکِ طعام ہو گئے، مگر حاجی صاحب دل ہی دل میں حیران ہو رہے تھے کہ حضور کھانے میں اس قدر محتاط ہیں کہ غذا میں سوجی کا بسکٹ استعمال فرماتے ہیں۔ یہ روٹی اور وہ بھی باجرہ کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائیں گے۔ مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کریمانہ کے نثار کہ آپ نے محض میزبان کی دل داری و خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا۔ وہاں سے واپسی پر حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت ہو تو میں روز قبول کروں۔ (۲)

⑱ امام احمد رضا اور ایمان و یقین:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اللہ جل شانہٗ کی رحمت اور حضور اقدس ﷺ کے ارشادات پر جو ایمان کامل اور یقین محکم تھا، وہ بھی حیرت انگیز اور قابل صدر شک ولائق تقلید ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

● اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کسی مرض وبلا میں مبتلا شخص کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا، وہ اُس مرض وبلا سے محفوظ ومامون رہے گا۔

دعا یہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس سے بچایا جس میں تو مبتلا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں بہت سے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا یہ دعا پڑھی تھی اور حدیث پر انھیں کامل اطمینان تھا۔ ایک بار کسی غریب کے یہاں دعوت میں گائے کا گوشت کھانا پڑا، مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں: مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا، اور اسی پر اکتفا کرتا، بات بالکل نہ کر سکتا تھا، یہاں تک کہ سنتیں بھی کسی کی اقتدا کر کے ادا کرتا، جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا، بخار بہت شدید تھا اور کان کے پیچھے گلٹیں۔ اُن دنوں بریلی میں مرضِ طاعون بشدت تھا۔

میرے منجھلے بھائی مولانا حسن رضا خان مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ اُنھوں نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا: یہ وہی ہے! وہی ہے! وہی ہے! یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا؛ اس لیے انھیں جواب نہ دے سکا، حالاں کہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں، نہ مجھے طاعون ہے، نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہو گا؛ اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دُعا پڑھ لی ہے۔

---

(۱) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۱۴۹، ۱۵۰، ملخصًا، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

(۲) احوال وآثار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام بریلوی، مولفہ علامہ محمد صابر القادری نسیم بستوی، ص:۸۰، ۸۱، ملخصًا، رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور، پاکستان۔

مجھے ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا، آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی: "اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیْبَ" اے اللہ! اپنے حبیب کا قول سچا کر دکھا اور طبیب کا قول جھوٹا۔ کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا کہ مسواک اور سیاہ مرچیں۔ ان دونوں کے استعمال سے مرض جاتا رہا، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب کو کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ دفع ہو گیا۔ (۱)

● جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۰۰ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز عَلَی الْاِتِّصال دیکھنا ہوا، گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، عمر کا اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا، ایک روز شدّتِ گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا، سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ ایک مشہور ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا: کثرتِ کتاب بینی سے کچھ یَبُوْسَت آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔ مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔

مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحب مرحوم سہسوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے، فرمایا: مقدمۂ نزولِ آب ہے، بیس برس بعد پانی اُتر آئے گا۔ میں نے اِلتفات نہ کیا اور نزولِ آب والے کو دیکھ کر وہی دُعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِرشادِ پاک پر مطمئن ہو گیا۔

۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذِق طبیب کے سامنے ذکر ہوا، بغور دیکھ کر کہا: چار برس بعد پانی اُتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انھوں نے بیس برس کہے تھے، انھوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔

مجھے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے مَعَاذَ اللہ متزلزل ہوتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ بیس درکنار، تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا، نہ بعونہٖ تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہلِ ایمان مشاہدہ کریں گے"۔ (۲)

● حدیث شریف میں بعض دعاؤں کے بارے میں ہے کہ اگر کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھ لی جائیں تو غرق سے حفاظت رہے گی، ان میں سے ایک مشہور دعا یہ ہے: بِسْمِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الرَّحْمٰنِ مَجْرٖھَا وَمُرْسَاھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.

ترجمہ: اللہ مالک و مہربان کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے، بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

اور دوسری دعا یہ ہے: بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسَاھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْم. وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْأَرْضُ جَمِیْعاً قَبْضَتُہ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہ وَتَعَالیٰ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ.

ترجمہ: اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے، بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے، اور انھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پہلے سفرِ حج میں اپنے والدین کریمین کے ساتھ تھے، اس وقت ان کی عمر قریب ۲۳؍ سال تھی، سفرِ حج سے واپسی کے وقت سمندر میں شدید طوفان آیا۔ اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا تھا، اس کی تفصیل میں بہت طول ہے، لوگوں نے کفن پہن لیے تھے، حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ: "آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا"۔

یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے۔ میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی؛ لہٰذا حدیث کے وعدۂ صادقہ پر مطمئن تھا، پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی: مَنْ یَّتَأَلَّ عَلَی اللّٰہِ یُکَذِّبْہٗ۔ جو اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے، اللہ اُس کی قسم کو رد فرما دیتا ہے۔

حضرت عزّت کی طرف رجوع کی اور سرکارِ رسالت سے مدد مانگی، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وہ مخالف ہَوا کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی، دو گھڑی میں بالکل موقوف ہو گئی اور جہاز نے نجات پائی۔ (۳)

---

(۱) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص:۶۸ تا ص:۷۰، ملخصاً، مکتبۃ المدینہ۔
(۲) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص:۷۰، ۷۱، ملخصاً، مکتبۃ المدینہ۔
(۳) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص:۱۸۱، ۱۸۲، ملخصاً، مکتبۃ المدینہ۔

⑲ امام احمد رضا اور عشق رسول :

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا　　جس کو ہو دَرد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی زندگی کا حاصل خدا اور سول کو راضی کرنا تھا؛ اس لیے وہ ہمیشہ یادِ الٰہی اور عشق رسول میں سرشار رہا کرتے تھے، آپ کا قلب بہت روشن اور پاکیزہ تھا، ایک مرتبہ اپنے قلب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بحمد للہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ نقش ہوگا"۔ (۱)

حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے ۔

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد　　اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر لمحہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی یادوں سے معطر رہتا تھا، اور وہ آتش عشق کو آتش جہنم سے نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے، چنان چہ فرماتے ہیں ۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے　　جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

یہ عشق رسول ﷺ ہی کا کرشمہ ہے کہ آپ ایک بہترین نعت گو شاعر ہیں، چنان چہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ " جب سرکار اقدس ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں، ورنہ شعر وسخن میرا مذاق طبع نہیں"۔ (۲)

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ علم کی جلالت شان اور عشق کی دریوزہ گری دونوں کو ایک سنگم پر دیکھنا ہو تو فتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش دونوں کو ایک ساتھ پڑھیے ۔ ۔ ۔ دارالافتا سے نغموں کی آواز کا رشتہ سمجھنا ہو تو صاحب شریعت کے قدموں کے نیچے دل بچھا کر دیکھیے اور جبہ و دستار کا تقدس محبت کی والہانہ وارفتگی میں کس طرح بھیگتا ہے اس کا اندازہ لگانا ہو تو مصطفیٰ جان رحمت کے جلوؤں میں نہا کر دیکھیے، علم شریعت کے بغیر عشق جنون محض ہے اور علم کی انجمن میں عشق رسول کی شمع فروزاں نہ ہو تو اسی علم کا نام حجاب اکبر ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں علم اور عشق کا توازن حیرت انگیز بھی ہے اور قابل دید بھی، محبت کی بے خودی میں ان کا تفقہ ان کی فکر پر چھایا رہتا ہے"۔ (۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ جب رحمت عالم ﷺ کی شان میں پیشہ ور گستاخوں کی گستاخانہ عبارتیں دیکھتے تو ان کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں، وہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی حمایت میں گستاخوں کا سختی سے رَد کرتے تا کہ وہ جھنجھلا کر انھیں بُرا کہنا اور لکھنا شروع کر دیں اور محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی گستاخی سے باز رہیں۔ آپ اکثر اس پر فخر کیا کرتے کہ خداے وحدہٗ لاشریک نے اس دَور میں مجھے ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے لیے ڈھال بنا دیا ہے، وہ اس طرح کہ میں بدگویوں کا سختی سے رَد کرتا ہوں تو وہ مجھے برا بھلا کہنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک کے لیے وہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے باز رہتے ہیں۔ حدائق بخشش میں ہے ۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا　　دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا، کروڑوں جہاں نہیں

ان کا عشق بڑا سچا تھا، وہ عالم تصور میں ہمیشہ اپنے آقا ہی کی بارگاہ میں حاضر رہتے تھے، کوئی دنیا کا تاج دار خواہ کیسی ہی شان و شوکت والا ہو، ان کی نگاہوں میں جچتا ہی نہیں تھا، وہ کسی اور کی بارگاہ میں دریوزہ گری کے لیے قطعاً رضا مند نہیں تھے، ان کی غیرت عشق کا یہ انداز ملاحظہ ہو۔

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال　　جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں　　کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

کس کا منہ تکیے، کہاں جائیے کس سے کہیے　　تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

---

(۱) ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم، ص:۴۱۱، مکتبۃ المدینہ۔

(۲) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مولفہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی، ص:۳۵۰، قادری کتاب گھر، بریلی شریف۔

(۳) امام احمد رضا اور ردبدعات ومنکرات، تقدیم کتاب اور مصنف کا تعارف، از رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مصباحی، ص:۲۶، اسلامک پبلشر، دہلی۔

⑳ امام احمد رضا اور احترام سادات:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

سادات کرام آل رسول ہیں؛ اس لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ان سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، ہمیشہ ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ سے نسبت کی بنیاد پر ہر حال میں انھیں خوش رکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے کی چند حیرت انگیز اور سبق آموز مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

● ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے: ایک کم عمر صاحب زادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے، بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں؛ لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرما دی کہ صاحب زادے صاحب سے خبر دار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں، کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے، وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے، چناں چہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی، کچھ عرصہ بعد وہ صاحب زادے خود ہی تشریف لے گئے“۔ (۱)

● مولانا حسنین رضا خان، بریلوی احترام سادات اور ان کی اطاعت و فرماں برداری کے تعلق ایک بڑا رقت انگیز واقعہ یوں رقم فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت قبلہ نے ایک بار کھانا چھوڑا اور صرف ناشتہ پر قناعت کی، اس میں بھی کوئی اضافہ منظور نہ فرمایا، سارے خاندان اور ان کے احباب کی کوشش رائگاں گئی، سید مقبول صاحب کی خدمت میں نو محلہ حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ آج دو مہینے ہونے کو آئے کہ اعلیٰ حضرت نے کھانا چھوڑ دیا ہے، ہم سب کوشش کر کے تھک گئے ہیں، آپ ہی انھیں مجبور کر سکتے ہیں۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ ہماری زندگی میں انھیں یہ ہمت ہو گئی ہے کہ وہ کھانا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ابھی کھانا تیار کراتا ہوں اور لے کر آتا ہوں، حسب وعدہ سید مقبول صاحب ایک نعمت خانہ میں کھانا لے کر خود تشریف لائے، اعلیٰ حضرت قبلہ زنانے مکان میں تھے، سید صاحب کی اطلاع پاتے ہی باہر آ گئے، سید صاحب سے قدم بوس ہوئے، اب بات چیت شروع ہوئی۔

سید صاحب نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا کہ میں تو روز کھاتا ہوں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے معلوم ہے جیسا آپ کھاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا کہ حضور میرے معمولات میں اب تک کوئی فرق نہیں پڑا ہے، میں اپنا سب کام بدستور کر رہا ہوں، مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، تو سید صاحب قبلہ برہم ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے: اچھا تو میں کھانا لیے جاتا ہوں، کل میدان قیامت میں سرکارِ دوجہاں کا دامن پکڑ کر عرض کروں گا کہ ایک سیدانی نے بڑے شوق سے کھانا پکایا اور ایک سید لے کر آیا، مگر آپ کے احمد رضا خان نے کسی طرح نہ کھایا۔ اس پر اعلیٰ حضرت کانپ گئے اور عرض کیا کہ میں تعمیل حکم کے لیے حاضر ہوں، ابھی کھائے لیتا ہوں۔ سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اب تو یہ کھانا جب ہی کھا سکتے ہو، جب یہ وعدہ کرو کہ اب عمر بھر کھانا نہ چھوڑو گے۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے عمر بھر کھانا نہ چھوڑنے کا وعدہ کیا تو سید صاحب قبلہ نے اپنے سامنے انھیں کھلایا اور خوش خوش تشریف لے گئے۔

اعلیٰ حضرت کے لیے سادات کرام کا جائز حکم آخری ہوتا تھا، سادات کرام کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کے لیے سوائے تعمیل حکم کے کوئی چارۂ کار ہی نہ ہوتا تھا۔ اللہ و رسول کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کے یہاں سادات کرام ہی کا حکم نافذ ہو سکتا تھا۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی آخری وصیت (إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي۔ ترجمہ: میں تم میں دو بھاری امانتیں چھوڑ تا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد) پر پورا پورا عمل کر کے اس دَور میں اعلیٰ حضرت قبلہ ہی نے دکھایا“۔ (۲)

● ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے ایک واقعہ اس طرح رقم فرمایا ہے:

” ایک سید صاحب بہت غریب، مفلوک الحال تھے، زندگی عسرت سے بسر ہوتی تھی، اس لیے سوال کیا کرتے تھے، مگر سوال کی شان عجیب تھی، جہاں پہنچتے، فرماتے: دلواؤ سید کو۔ ایک دن اتفاق وقت تھا کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے اور سیدھے زنانہ دروازے پر پہنچ کر صدا لگائی:

(۱) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۲۲۳، مرکز اہل سنت، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔
(۲) سیرت اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا حسنین رضا خان، بریلوی، ص:۹۰، ۹۱، مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد۔

دلواؤ سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب و کاغذ وغیرہ داد و دہش کے لیے دو سو روپے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی، چونی، پیسے بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے، سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لاکر حاضر کر دیا اور ان کے روبرو لیے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور! یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

الغرض جناب سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی سے اتر آئے، اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا: دیکھو! سید صاحب کو آئندہ آواز دینے، صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے، جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے فوراً ایک چونی حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کیا کرو۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ تعظیم سادات ہو تو ایسی ہو۔

کیوں اپنی گلی میں وہ روادارِ صدا ہو جو نذر لیے راہِ گدا دیکھ رہا ہو[۱]

- ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے:

"عرض: سید کے لڑکے کو اس کا اُستاد تادیباً (یعنی ادب سکھانے کے لیے) مار سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: قاضی جو حدودِ الٰہیہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزائیں) قائم کرنے پر مجبور ہے، اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجودے کہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا، لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے، بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے، اُسے صاف کر رہا ہوں، تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے ع تا بہ معلم چہ رسد پھر معلم کو کیسے حق پہنچتا ہے"۔[۲]

⑥ امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے پوری زندگی دین کی تبلیغ، سنت کا احیا اور بدعات و منکرات کا رد کیا، مگر اس کے باوجود ان کے مخالفین و معاندین نے ان کے سر یہ الزام رکھ دیا کہ انھوں نے بدعات کو فروغ دیا ہے۔ میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے شانِ الوہیت اور بارگاہِ رسالت میں ان کی دَریدہ دہنی پر لگام دینے کی کوشش کی اور ان کی گستاخیوں پر شدید گرفت فرمائی تو وہ حواس باختہ ہو گئے اور "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ امام احمد رضا اور ان کے عقیدت مند مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور بدعات و منکرات کو فروغ دیتے ہیں۔

اس موضوع کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، ایم اے، پی ایچ ڈی نے ایک مختصر رسالہ بنام "ردِّ بدعت اور امام احمد رضا" (ناشر اسلامی کتب خانہ، اقبال روڈ، سیال کوٹ) لکھا ہے۔ —— سید محمد فاروق القادری، ایم اے (شاہ آباد، گڑھی اختیار خاں) بہاول پور) نے بھی ایک کتاب لکھی ہے: "فاضل بریلوی اور امور بدعت" اشاعت رضا پبلی کیشنز، مین بازار داتا صاحب، لاہور، ۱۹۸۱ء۔ —— اور حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے بھی ایک بہت تفصیلی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام " امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات" ہے۔ یہ کتابیں بہت جامع اور مفید ہیں؛ اس لیے ہم یہاں صرف چند مثالوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں:

- **مزارات پر عورتوں کا جانا:**

عرض: حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: غنیہ میں ہے: یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں، بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں، سوائے روضہ انور (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنّتِ جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآنِ عظیم نے اسے مغفرتِ ذنوب کا تریاق بتایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تمھارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لیے معافی مانگے تو ضرور اللہ

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ج:۱، ص:۲۳۳، ۲۳۴، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات۔
(۲) ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم، ص:۳۹۶، مکتبۃ المدینہ۔

کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

خود حدیث میں ارشاد ہوا: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ جو میرے مزار کریم کی زیارت کو حاضر ہوا، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ دوسری حدیث میں ہے: مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔ (۱)

- **مزارات کے آگے سجدہ کرنا:**

بعض مسلمان حدود شرعیہ سے تجاوز کر کے مزارات کے آگے اپنا ماتھا ٹیکتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کا شدید رَد فرمایا اور اس بارے میں پوری کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہے "الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة"۔ اس میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور تصریحات فقہا سے سجدۂ تحیت کی حرمت ثابت کی۔ اس کے شروع میں ہی لکھتے ہیں:

" مسلمان اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزّجلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت یقیناً اجماعاً شرک مہین وکفر مبین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین"۔ (۲)

- **قبر پر چادر چڑھانا:**

قبر پر چادر چڑھانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بے کار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں۔ ہاں! جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو، خدام، مساکین حاجت مند لے لیتے ہوں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں، کہ یہ بھی تصدق ہو گیا"۔ (۳)

- **شطرنج و چوسر وغیرہ کھیلنا:**

گنجفہ، شطرنج، چوسر وغیرہ کھیلنے کے بارے میں حکم شرع دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"یہ سب کھیل ممنوع اور ناجائز ہیں اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں، گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انھیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یہ امر اس کے سخت گناہ کا موجب ہے۔ اور چوسر کی نسبت حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جس نے چوسر کھیلی اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت خون میں رنگا۔ دوسری حدیث صحیح میں فرمایا: جس نے چوسر کھیلی اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ چوسر بالاجماع حرام و موجبِ فسق و ردِّ شہادت ہے۔ یہی حال گنجفہ کا سمجھنا چاہئے"۔ (۴)

- **چوری کا مال خریدنا:**

چوری کا مال خریدنے کے بارے میں مسئلہ شرعیہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے، بلکہ اگر معلوم نہ ہو مظنون ہو جب بھی حرام ہے مثلاً کوئی جاہل شخص کہ اس کے مورثین بھی جاہل تھے کوئی علمی کتاب بیچنے کو لائے اور اپنی ملک بتائے، اس کے خریدنے کی اجازت نہیں اور اگر نہ معلوم ہے نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے، پھر اگر ثابت ہو جائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے، بلکہ مالک کو دیا جائے اور وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو، اور ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (۵)

⓬ امام احمد رضا اور شعر و سخن:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم — جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ عام اربابِ شعر و سخن کی طرح صبح و شام شعر گوئی اور اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے اور نہ ہی

---

(۱) ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص:۳۱۵،۳۱۶، مکتبۃ المدینہ۔
(۲) فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:۹، نصف آخر، ص:۲۱۳، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۳) احکام شریعت، حصہ اول، ص:۵۲، اعلیٰ حضرت نیٹ ورک۔
(۴) فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:۹، نصف اول، ص:۴۴، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۵) فتاویٰ رضویہ، کتاب البیوع، ج:۷، ص:۳۸، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

شاعری آپ کا پیشہ تھا، بلکہ آپ کا حال یہ تھا کہ جب بھی پیارے مصطفیٰ ﷺ کی یادیں تڑپانے لگتیں اور دردِ عشق میں ماہی بے آب کی طرح بے تاب ہوتے تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہوجاتے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

ثنائے سرکار ہے وظیفہ، قبول سرکار ہے تمنا ۔۔۔ نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

آپ نے خدائے وحدہٗ لاشریک کے بے مثل و بے مثال محبوب کی مدح سرائی میں زبان کھولی تھی؛ اس لیے اللہ جل شانہٗ نے آپ کے کلام کو امام الکلام بنادیا، آپ کے شعروسخن کا اس سے بڑا امتیاز واعزاز اور کیا ہوگا کہ آج چہار دانگ عالم میں آپ کے لکھے ہوئے درود وسلام سے منبر ومحراب گونج رہے ہیں اور خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کی ہر مجلس میں آپ کا کلام بصد شوق پڑھا اور سنا جارہا ہے۔

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ان کے کلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ایک ایک شعر شریعت طاہرہ کے سانچے میں ڈھل جانے کے باوجود شعریت کا رنگ وآہنگ اور تغزل کا بانکپن کسی گوشے سے مجروح نہیں ہوتا، اس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حدائق بخشش کے ذریعہ صرف قارئین ہی کو مومن نہیں بنایا، بلکہ اردو ادب کو بھی مومن بنادیا ہے"۔ (۱)

حضرت مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی فرماتے ہیں: "آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" حمد ونعت، دعاوالتجا، سلام ومنقبت، عشق ومحبت، حقیقت ومعرفت، معجزات وکرامات، شرح آیات واحادیث وغیرہ مضامین کا ایک ایسا بحر ذخار ہے جس کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ کرنا اہل بصیرت حضرات ہی کا کام ہے"۔ (۲)

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ عربی زبان کے مشہور شاعر متنبی کے بعض اشعار سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بعض اشعار کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: متنبی ادبِ عربی کا مسلّم اور نامور شاعر ہے، وہ کہتا ہے۔

أَزُوْرُ هُمْ وَسَوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِيْ ۔۔۔ وَأَنْثَنِيْ وَ بَيَاضُ الصُّبْحِ يُغْرِيْ بِيْ

ترجمہ: میں اس حال میں محبوبوں کی زیارت کرتا ہوں کہ رات کی سیاہی میری سفارش کرتی ہے اور اس حال میں لوٹتا ہوں کہ صبح کی سفیدی میرے خلاف برانگیختہ کرتی ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے؛ کیوں کہ اس کے پہلے مصرعے میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعے میں ان کے مقابل پانچ چیزوں کا اسی ترتیب سے ذکر ہے:

پہلا مصرع: ۱۔ زیارت۔ ۲۔ سیاہی۔ ۳۔ رات۔ ۴۔ سفارش کرنا۔ ۵۔ لی (میرے حق میں)

دوسرا مصرع: ۱۔ واپسی۔ ۲۔ سفیدی۔ ۳۔ صبح۔ ۴۔ برانگیختہ کرنا۔ ۵۔ بی (میرے خلاف)

رضاؔ بریلوی کا شعر ملاحظہ ہو، معنوی بلندی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نقطۂ نظر سے کتنا زوردار ہے۔ پہلے مصرعے میں بجائے پانچ کے چھ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے مقابل دوسرے مصرعے میں بھی چھ چیزیں ہی مذکور ہیں اور لطف یہ ہے کہ غزل نہیں، بلکہ نعت ہے جہاں قدم قدم پر احتیاط لازم ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں ۔۔۔ سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

پہلا مصرع: ۱۔ حسن۔ ۲۔ انگشت۔ ۳۔ کٹیں (غیر اختیاری عمل تھا)۔ ۴۔ عورتیں۔ ۵۔ مصر۔ ۶۔ کٹیں سے ایک بار کا پتہ چلتا ہے۔

دوسرا مصرع: ۱۔ نام۔ ۲۔ سر۔ ۳۔ کٹاتے (اختیاری عمل ہے)۔ ۴۔ مردان۔ ۵۔ عرب۔ ۶۔ کٹاتے ہیں سے استمرار معلوم ہوتا ہے۔ (۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ جس طرح دیگر علوم وفنون میں ممتاز نظر آتے ہیں، اسی طرح فن شاعری میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

۲۳ امام احمد رضا کا وصال وانتظار:

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی ۔۔۔ ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

(۱) امام احمد رضا اور ردبدعات ومنکرات، تقدیم کتاب اور مصنف کا تعارف، از رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مصباحی، ص:۲۶، ۲۷، اسلامک پبلشر، دہلی۔
(۲) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مولفہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی، ص:۳۴۹، ۳۵۰، قادری کتاب گھر، بریلی شریف۔
(۳) فتاویٰ رضویہ، کلمات آغاز، ج:۱، ص: ن، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸؍اکتوبر ۱۹۲۱ء، بروز جمعہ دو بجکر اڑتیس منٹ پر عین اذان جمعہ میں ادھر مؤذن نے حی علی الفلاح کہا اور ادھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت مولانا حسنین رضا خان، بریلوی جو وصال کے وقت اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر تھے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

"(اعلیٰ حضرت) نے وصیت نامہ تحریر کرایا، پھر اس پر خود عمل کرایا، وصال شریف کے سارے کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے، جب دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے، وقت پوچھا، عرض کیا گیا (کہ ایک بج کر چھپن منٹ ہو رہے ہیں) فرمایا: گھڑی کھلی سامنے رکھ دو، یکایک ارشاد فرمایا: تصاویر ہٹا دو، (حاضرین کے دل میں خیال گزرا) یہاں تصاویر کا کیا کام، یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ہی ارشاد فرمایا: یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ، پھر ذرا وقفہ سے برادر محترم حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب سے ارشاد فرمایا: وضو کراؤ، قرآن عظیم لاؤ، ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرم مولانا مصطفیٰ رضا خان سلمہ سے پھر ارشاد فرمایا: اب بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف تلاوت کرو، اب عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں، حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں، ایسے حضور قلب اور تیقظ سے سنین کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا، یا سننے میں صاف نہ آئیں، یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں اس وقت فرق ہوا، خود تلاوت فرما کر بتلادی۔

اس کے بعد سید محمود علی صاحب ایک مسلمان ڈاکٹر عاشق حسین صاحب کو اپنے ہمراہ لائے، ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر ہوئے، اس وقت جو جو حضرات اندر گئے سب کے سلام کا جواب دیا اور سید صاحب سے دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ فرمایا، ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت قبلہ سے حال دریافت فرمانا چاہا، مگر وہ (اعلیٰ حضرت) حکیم مطلق کی طرف متوجہ تھے، ان سے اپنے مرض یا علاج کے متعلق کچھ نہ ارشاد فرمایا، سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے، تمام و کمال، بلکہ معمول سے زائد پڑھیں، پھر کلمۂ طیبہ (لا إله إلا الله محمد رسول الله) پورا پڑھا، جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا، ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی، جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے، اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور، جسم اطہر سے پرواز کر گئی، انا لله وانا اليه راجعون۔ [1]

حضرت مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ادھر ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ، جمعہ کو دن کے دو بجکر اڑتیس منٹ پر بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قبلہ دنیائے دنی سے روانہ ہو رہے ہیں، ادھر ایک شامی بزرگ ٹھیک ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے، وہ شامی بزرگ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں: فداك ابي وامي میرے ماں باپ حضور پر قربان! کس کا انتظار ہے؟

سیّدِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: احمد رضا کا انتظار ہے۔ انھوں نے عرض کی: احمد رضا کون ہیں؟ حضور نے فرمایا: ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد انھوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں، پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے، جب بریلی پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں وہ ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ کو اس دنیا سے روانہ ہو چکا ہے"۔ [2]

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں　　اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۲۰؍صفر ۱۴۴۰ھ/۳۰؍اکتوبر ۲۰۱۸ء۔ سہ شنبہ

---

(۱) وصایا شریف، مرتبہ شاہ حسنین رضا خان قادری نوری، ص: ۲۶، ۲۷، اعلیٰ حضرت ڈاٹ نٹ۔

(۲) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مولفہ مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی، ص: ۳۸۳، قادری کتاب گھر، بریلی شریف۔